8

قرآنی دعائیں اپنے اندر بڑی بھاری برکات رکھتی ہیں اُن سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو

اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور سمجھ لو کہ تمہیں جو بھی برکت اور کامیابی حاصل ہوئی ہے
خدا تعالیٰ کی مدد سے ہی حاصل ہوئی ہے

(فرمودہ 15 مارچ 1957ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:
رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ 1

اس کے بعد فرمایا:

"قرآن کریم کی تمام دعائیں اپنے اندر بڑی بھاری حکمتیں رکھتی ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمان اس اجازت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر کہ انسان اپنی ضرورتوں کو اپنی زبان میں اور اپنے طور پر بھی خدا تعالیٰ سے مانگ سکتا ہے قرآن کریم کی دعاؤں سے غافل ہو گئے۔ حالانکہ قرآن کریم کی دعائیں خواہ ہماری وقتی ضرورتوں کو بعض اوقات پورا نہیں کر سکتیں (گو یہ بھی پوری طرح صحیح نہیں کہا جا سکتا)۔

لیکن ان کی برکت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً ایک شخص ملازم ہے وہ دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ! میری ترقی ہو جائے۔ یا اللہ! میری ترقی کی راہ میں جو دشمن روک بنے ہوئے ہیں اُن کو تُو ناکام کر دے۔ یا اللہ! میرے بیٹا نہیں ہوتا تُو مجھے بیٹا عطا فرما۔ میری شادی نہیں ہوتی تُو میرے لیے شادی کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ میری تجارت گھاٹے میں ہے اس میں ترقی دے دے۔ تو ایسی وقتی ضرورتیں بے شک آتی رہتی ہیں لیکن جو دائمی ضرورتیں ہیں جن کا کسی خاص انسان سے تعلق نہیں بلکہ اُس کی آئندہ نسلوں سے بھی تعلق نہیں وہ قرآن کریم سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔

قرآن کریم کی جو دعا میں نے اِس وقت پڑھی ہے اُس میں بھی انسان کی دائمی ضرورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اگر ہدایت مل گئی تو آئندہ ہمارے گمراہ ہونے کی کوئی صورت نہیں اور نہ ہماری اولاد کے گمراہ ہونے کی کوئی صورت ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ انسانی دماغ اِس قسم کا ہے کہ وہ مختلف حالات میں ڈانواں ڈول رہتا ہے۔ کبھی وہ اخلاص میں ترقی کر جاتا ہے اور کبھی وہ اتنا گر جاتا ہے کہ حیرت آتی ہے کہ کسی زمانہ میں یہ شخص ایسے دعوے کرتا تھا اور اب یہ اتنا کمزور ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کاتبِ وحی کی مثال ایک نمایاں مثال ہے۔ یہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا مقرب ہو گیا تھا کہ آپؐ اُس سے اپنی وحی لکھوایا کرتے تھے۔ لیکن ایک موقع پر قرآن کریم کی عبارت کے ساتھ جو اُس کو القا ہوا اور اُس کی زبان سے کچھ فقرے نکل گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی لکھ لو یہی وحی ہے تو وہ مرتد ہو گیا2 اور اُس نے سمجھ لیا کہ آپ نے میرے لکھانے سے ہی وحی لکھ دی ہے، ضرور یہ انسانی کلام ہے۔ اُس نے یہ نہ سمجھا کہ زبان پر جو فقرہ جاری ہوا تھا وہ قرآن کریم کی وجہ سے ہوا تھا۔ قرآنی عبارت ایسی ہے کہ وہ اگلے فقرے آپ ہی آپ انسان کے منہ سے نکلوا دیتی ہے۔ شاعروں کو دیکھ لو کہ داد دینے والے بعض دفعہ ایسی اچھی داد دیتے ہیں کہ شاعر نے ابھی آدھا مصرعہ پڑھا ہوتا ہے کہ وہ اگلا آدھا مصرعہ خود پڑھ دیتے ہیں۔ اب اگر شعر کی وجہ سے کوئی انسان مصرعہ کا اگلا حصہ پڑھ سکتا ہے تو قرآن کریم جو خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس کی وجہ سے کیوں کوئی انسان اگلا فقرہ نہیں پڑھ سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی نے بھی قرآنی عبارت سے متأثر ہو کر اگلا فقرہ پڑھ دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی وحی ہے اسے لکھ لو۔ اِس پر اُس نے خیال کر لیا کہ قرآن کریم انسانی کلام ہے الٰہی کلام نہیں اور وہ مرتد ہو گیا۔

اب دیکھو! یہ شخص ایک زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا مقرب تھا کہ آپؐ اس سے وحی لکھوایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور قرآن کریم کا منکر ہو گیا۔ جب اتنے پایہ کا آدمی مرتد ہو سکتا ہے تو دوسرے انسان کا کیا اعتبار ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو صحابہؓ تھے اُن پر آپؐ کتنا اعتماد کرتے تھے۔ قرآن کریم نے بھی اُن کو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ 3 کہا ہے۔ مگر اُن کی اولاد اور اُن کے شاگرد آجکل دنیا میں موجود ہیں۔ ان کے ہاتھ میں اسلام کا کتنا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ اسلام کا سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ان کی اولاد اخلاص کے ساتھ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ پڑھتی رہتی اور اِس بات پر مغرور نہ ہوتی کہ ہم کسی صحابی، کسی بزرگ کی اولاد ہیں اور ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تو شاید اُن کی دعاؤں کی وجہ سے خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے دیتا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی ہدایت آج تک موجود رہتی اور اب بھی ہم اس سے فائدہ اٹھاتے۔ مگر اس تیرہ سَو سال کے عرصہ میں کئی نسلیں ایسی آئیں جو مغرور ہو گئیں۔ جنہوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ ہم ایسے پایہ کے لوگ ہیں کہ ہمارے پاس گمراہی نہیں آ سکتی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ شیطان ہر وقت تاڑ میں رہتا ہے۔ اور کبھی دائیں سے کبھی بائیں سے کبھی آگے سے اور کبھی پیچھے سے انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اِسی غفلت کی وجہ سے لوگ رہ گئے اور ان کی اولادیں بھی ماری گئیں۔ اگر وہ ہوشیار رہتے اور شیطان کی چالاکیوں سے باخبر رہتے تو اپنے لیے خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہتے اور یہ مانتے کہ ہدایت دینا یا ہدایت پر قائم رکھنا صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ ہدایت پانا خدا کا کام نہیں۔ ہدایت پر رہنا بھی انسان کا کام نہیں ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ہی ایسا کرے تو ہو سکتا ہے۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا تو ہم ہدایت پر قائم رہیں گے اور اگر خدا تعالیٰ ہماری مدد نہیں کرے گا تو ہم ہدایت پر قائم نہیں رہیں گے۔ اگر وہ اس طرح دعائیں کرتے رہتے تو دنیا میں اسلام کی وہ خراب حالت نہ ہوتی جو آج نظر آتی ہے۔

اِسی طرح ہماری جماعت میں بعض مخلص دوست جب دیکھتے ہیں کہ ہم اپنی آمدنی کا دسواں حصہ چندہ میں دے دیتے ہیں اور اس کا نام وصیت رکھتے ہیں یا دسواں حصہ جائداد کا چندہ میں

دے دیتے ہیں یا بعض لڑکے جوش میں آ کر اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کر دیتے ہیں یا بعض والدین اپنے بچوں کو وقف کر دیتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم اس راستہ سے منحرف نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ کل ہی ایک باپ کا خط آیا ہے کہ میرے ہاں بیٹا ہوا ہے اور میں نے اسے پہلے ہفتہ میں ہی وقف کر دیا ہے۔ مگر ہمارے سامنے مثالیں موجود ہیں کہ بعض واقفین وقف سے بھاگ گئے اور بعض مرتد ہو گئے اور بعض واقفین اب بھی چٹھیاں لکھتے رہتے ہیں کہ انہیں وقف سے فارغ کر دیا جائے۔ غرض نہ والدین کا کیا ہوا وقف کام آتا ہے اور نہ ان کا کیا ہوا وقف کام آتا ہے۔ اگر وہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ والی دعا کرتے رہتے تو شاید وہ وقف پر قائم رہتے اور ماں باپ کا ارادہ پورا ہو جاتا۔ مگر انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم بڑے قابل آدمی ہیں۔ ہم اپنی وقف کی روح کو ہمیشہ قائم رکھ سکتے ہیں۔ ہم اپنے ماں باپ کے وعدہ کو ہمیشہ یاد رکھ سکتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ دعوٰی غلط تھا۔ شیطان نے اُن کے دماغ پر ایسی غفلت طاری کی کہ ایک وقت آیا کہ وہ اپنے وقف کو بھول گئے اور اپنے والدین کے وقف کو بھی بھول گئے اور نشوز اور نافرمانی کا طریق اختیار کر لیا۔ پس ہمیشہ یہ دعا کرتے رہو کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ اے خدا! ہدایت تو ہمیں نصیب ہو گئی ہے لیکن ہم خالی ہدایت نہیں چاہتے بلکہ ہم دائمی ہدایت چاہتے ہیں۔ ہم اپنے دل پر ایمان کا عارضی غلبہ نہیں چاہتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا دل کبھی بھی ایمان سے نہ پھرے۔ تا کہ ہم اور ہماری اولادیں تجھ سے چمٹی رہیں اور تُو ہم سے چمٹا رہے اور تجھ کو دیکھ کر شیطان بھاگے اور ہمارے قریب نہ آئے۔

پس دائمی ہدایت کے حصول کا اصل ذریعہ یہی ہے جو رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ تم اس نکتہ کو یاد رکھو اور ہمیشہ اس طریق پر دعا کیا کرو۔ پھر اگر تمہارے اندر کمزوریاں بھی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان کو دور فرما دے گا۔ بے شک ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب میں نے اپنی زندگی وقف کی تھی یا جب نیا نیا احمدی ہوا تھا تو اُس وقت میں نے بڑے اخلاص کے ساتھ قدم اُٹھایا تھا۔ پھر وہ اخلاص ضائع کیوں ہو گیا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اُس وقت تم نے اخلاص سے

کام لیا مگر اس کے بعد جو تم پر حالت آئی خدا تعالیٰ اُس کو بھی تو دیکھتا تھا۔ جب بعد میں تم بگڑ گئے تو خدا تعالیٰ نے بھی تمہیں چھوڑ دیا۔ لیکن اگر تم دعا کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری اس موجودہ حالت کو دیکھ کر دوبارہ فضل نازل کر دے گا۔ اور جب اس کے بعد تم اس دعا کی تکرار کرتے رہو گے تو فضل کی تکرار بھی ہوتی رہے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر دفعہ کا فضل تمہیں ایمان پر اَور زیادہ مستحکم کر دے گا۔ اور اگر پھر کچھ کمزوریٔ نفس کی حالت پیدا ہوگی تو پھر دعاؤں کی وجہ سے اس کا فضل نازل ہوگا اور انسان اَور زیادہ ایمان پر مستحکم ہو جائے گا اور اس طرح قیامت تک ہدایت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

پس تم خدا تعالیٰ سے دعاؤں میں خصوصاً قرآنی دعائیں مانگنے میں کبھی سُستی نہ کرو کیونکہ ان کے اندر بڑی بھاری برکات ہیں اور ان میں ایسے ایسے مضامین بیان کیے گئے ہیں جو بعض دفعہ انسان کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتے۔ مثلاً ایک مومن جب خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اُسے خدا تعالیٰ پر اِتنا یقین ہوتا ہے کہ وہ یہ نہیں کہتا کہ اے خدا! تُو مجھے مرتد نہ کیجیو بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں مرتد ہو ہی نہیں سکتا میں بڑا پکّا مومن ہوں۔ لیکن قرآن کریم کہتا ہے وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔4 تُو ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دیجیو۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ وہ یہ کہے کہ اے اللہ! میں مسلمان تو ہو گیا ہوں مگر تُو میرا انجام بھی بخیر کیجیو۔ میں مروں بھی تو نیکوں میں مروں۔ یہ نہ ہو کہ مجھ پر ایسی حالت طاری ہو کہ میں مرتے وقت گمراہ ہو جاؤں بلکہ میرے مرنے کی جو ساعت ہے اُس وقت بھی تیرا فضل ایسا نازل ہو کہ تیرے فرشتے مجھ پر نازل ہوں اور میرا دل ایمان سے پُر ہو۔ اب دیکھو! کیا کوئی مومن ایسی دعا خود اپنے ذہن سے تجویز کر سکتا ہے؟ یہ دعا خدا تعالیٰ ہی سکھا سکتا ہے جو دلوں کو جانتا ہے۔ ورنہ انسان تو یہ کہتا کہ میں یہ کیسے کہوں کہ یا اللہ! مجھے بے ایمان کر کے نہ ماریو۔ میں بے ایمان ہو ہی کیسے سکتا ہوں۔ میں تو اتنا پختہ ایمان والا ہوں کہ میں سچائی کو بالکل نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر مجھے آروں سے بھی چیر دیا جائے تب بھی میں سچائی کو نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ سمجھتا تو یہی ہے مگر حقیقت یہ ہوتی ہے کہ آروں سے چِیرا جانا تو الگ رہا بعض اوقات وہ سوئی کی چُبھن بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ایمان کو چھوڑ جاتا ہے اور بے ایمانی پر قدم مار دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ دُعا کرتا رہے تو اُس کا حرج بھی کوئی نہیں۔ اگر اس کا ایمان واقع میں اتنا پکا ہے کہ وہ کبھی نہیں بدل سکتا تب بھی اگر خدا تعالیٰ کی مدد آئے گی تو اُس کا ایمان اَور زیادہ پکا ہوگا کمزور تو نہیں ہوگا۔ پس انسان کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ میرا ایمان بڑا مضبوط ہے میں ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔

خداتعالیٰ کی مدد آئے گی تو اُس کا ایمان اَور زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ اور اگر اُس کا ایمان اَور زیادہ مضبوط ہوجائے تو اِس میں اُس کا کیا نقصان ہے۔ اِس میں تو اس کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔

پس دعائیں کرو اور اپنے نفس پر غرور مت کرو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور سمجھ لو کہ تمہیں جو کچھ برکت حاصل ہے خداتعالیٰ کی مدد سے ہی حاصل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مدد کرے تو یہ برکت قیامت تک جاسکتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے تو ہمارے ایمان کی موجودہ حالت میں بھی وہ برکت ضائع ہوسکتی ہے کیونکہ ایمان کی حالت خداتعالیٰ کے فضل سے قائم رہتی ہے ہماری کوششوں سے قائم نہیں رہتی"۔

(الفضل 13 اکتوبر 1965ء)

1: آل عمران: 9

2: معالم التنزیل فی تفسیر القرآن (تفسیر بغوی) سورۃ الانعام آیت 94 لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کما خلقناکم.....

3: التوبۃ: 100

4: آل عمران: 194